روزنامہ
الفضل ربوہ
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۳۹-۷۴	جمعرات ۱۰ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ ، ۱۹ صلح ۱۳۶۸ ہش ، ۱۹ جنوری ۱۹۸۹ء	نمبر ۱۷

غناء قناعت کی ترقی یافتہ صورت ہے

جماعت کو اپنے نفس میں ڈوبنے کا شعور حاصل کرنا چاہیئے

یہ مقام اپنی کوشش سے نہیں صرف دعا سے حاصل ہو سکتا ہے

یہ وہ کائنات ہے جو زندہ رہنے کے لائق ہے

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے خطبہ جمعہ
فرمودہ ۱۳ جنوری ۱۹۸۹ء کا خلاصہ

حضور نے فرمایا ۔ گزشتہ خطبے سے پہلے میں فرار الی اللہ کا مضمون بیان کر رہا تھا اور میں نے یہ بات خوب کھول کر بیان کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنے سے یہ مراد ہے کہ بعض بُری صفات کو چھوڑ کر بعض اچھی صفات اختیار کرنا اور غیر اللہ کے رنگ چھوڑ کر اللہ کے رنگ اختیار کرنا ۔ اس کے سوا خدا کی طرف دوڑنے کے کوئی معنٰی نہیں ۔ حضور نے فرمایا ۔ میں نے ایک مثال پیش کی تھی کہ کس طرح حرص کو قناعت میں تبدیل کرنا فرار الی اللہ ہوتا ہے ۔ اس ضمن میں بعض اور صفات کا بھی ذکر آیا ۔ اس میں ایک غناء ہے اسی طرح تبتّل کا ذکر بھی آیا ہے اب میں اس مضمون کے تبتّل والے حصے پر نسبتاً زیادہ روشنی ڈالنے کی کوشش کروں

حضور نے فرمایا غناء قناعت کی ترقی یافتہ صورت ہے ۔ وہ غناء جو اللہ تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ چیزوں سے پیار نہیں رہتا ۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی جدائی محسوس نہیں ہوتی ۔ غناء آپ کو گرنے سے بچاتی ہے آپ کو زندگی کا وہ شعور بخشتی ہے جو آپ میں اور ایک سوتے ہوئے انسان میں فرق کر دیتی ہے

اس لیے غناء قناعت کے بعد پیدا ہوتی ہے ۔ جو شخص قانع نہیں ہے اس کو غناء کا کچھ علم نہیں ۔ قناعت میں معرفت حاصل ہونے کے نتیجہ میں سچّی غناء حاصل ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق غناء کا لفظ استعمال فرمایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دراصل کوئی غنی نہیں اسی وجہ سے میں نے غناء کے لفظ کے ساتھ بار بار یہ کہا کہ خدا تعالےٰ سے تعلق کی بناء پر غناء نصیب ہو سکتی ہے ۔ ورنہ نہیں ۔ کیونکہ غناء کا یہ مطلب نہیں کہ کچھ بھی نہ ہو اور انسان راضی ہو ۔ پس قناعت کے بعد غناء تب نصیب ہوتی ہے جب اس سے تعلق ہو جس کے پاس کچھ ہے ۔ اس لیے صبر سے بھی مستغنی کر دیتی ہے ۔ گویا غناء کا صبر سے بالا مقام ہے ۔ جہاں تک خدا کی غناء کا تعلق ہے اس کا نقشہ حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیثِ قدسی کے حوالے سے ایک موقع پر یوں کھینچا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تمہارے اگلے اور پچھلے تمہارے زندہ اور تمہارے مردہ تمہارے رطب و یابس سب کے سب میرے بندوں میں سے بدبخت ترین آدمی کے دل کی مانند ہو جائیں اور میری دشمنی اور میری نفرت کے سوا وہاں کچھ نظر نہ آئے تو یہ بات میری بادشاہت میں ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی کمی نہیں کر سکتی ۔ پس کھونے کے نتیجہ میں بے چینی کا نہ ہونا تبھی ممکن ہے جب اتنا ہو کہ کمی کا احساس ہی نہ ہو ۔ یہ غناء ہے ورنہ صبر ہے اور خدا تعالیٰ سے تعلق کا وہ شعور ہی انسان کو سچی غناء بخشتا ہے جس میں عجز کے ساتھ مالکیت یعنی خدا کی کائنات میں خدا کی عطا کے نتیجہ میں شراکت کا احساس ہو۔

حضور نے فرمایا اس کا دوسرا پہلو یعنی غناء میں استغناء کے معنٰی اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ غنی کے پاس سب کچھ ہے ۔ پس جس شخص کو خدا کے ساتھ ہونے کا احساس نہ ہو اور یہ یقین نہ ہو کہ خدا میرے ساتھ ہے وہ نہ غنی ہے نہ مستغنی ہے ۔ کسی سے تعلق ٹوٹنے پر اُسے "جاؤ جہنم میں" کہنا یہ غناء نہیں بلکہ بدخلقی ہے ۔ یہ استغناء بھی نہیں کیونکہ بدبخت جب خدا کو چھوڑ کے جاتا ہے تو اس کے جانے سے کمی تو کچھ نہیں ہوتی ۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذات اس کیلئے نفرت کے جذبات

(باقی ص ۸ پر)

اخبارِ احمدیہ

"السلام علیکم" کہنے والے احمدی پر کیا گزری؟

آزادی کے اس نئے دور میں جبکہ یہ دعوٰی کیا جا رہا ہے کہ ماضی کے ظلم و جبر کے سب نشان مٹائے جا رہے ہیں ۔ ایک احمدی سے' السلام علیکم کہنے کے جرم میں کیا سلوک کیا گیا ۔ ملاحظہ فرمائیے ۔

مکرم محمد نواز صاحب معلم وقف جدید ہیں اور چک نمبر ۵۶۳ گ ب ضلع فیصل آباد میں جماعت کے افراد کی تربیت پر متعین ہیں ۔ انہوں نے بتایا کہ یکم جنوری ۱۹۸۹ء کو وہ ایک مریض کی عیادت کے لیے ننکانہ صاحب گئے ۔ واپسی پر پرانا ننکانہ صاحب سے باہر نکل رہے تھے ۔ سائیکل پر سوار تھے اور راستہ میں ملنے والے دوستوں سے السلام علیکم کہہ رہے تھے انہوں نے کہا ظفر عباس نامی ایک لڑکے نے مجھے کہا کہ ٹھہر جاؤ ۔ اس کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ جھگڑا کرے گا ۔ میں نے جھگڑے سے بچنے کے خیال سے سائیکل تیز کی اور واپس اپنے سنٹر چک ۵۶۳ گ ب کی طرف روانہ ہو گیا ابھی دو تین فرلانگ ہی گیا تھا کہ ظفر عباس اور ایک دوسرا شخص سکوٹر پر آ گئے ' انہوں نے مجھے گھیر لیا اور پوچھا کہ تو مرزائی ہے ؟ ظفر عباس نے کہا کہ میں تحفظ ختم نبوت کا ممبر ہوں ۔ مجھے تو نے السلام علیکم کیوں کہا ہے ؟ تم تو کافر ہو ۔ میں نے اسے ٹالنا چاہا لیکن اس نے مجھے مارنا شروع کر دیا اور زبردستی شہر لے آئے اور ایک جگہ لا کر فون کر کے اپنے دوسرے ساتھیوں کو بلا لیا ۔ انہوں نے آتے ہی مجھے مارنا شروع کر دیا اتنا مارا کہ میں بیہوش ہو گیا ۔ وہ بار بار مجھے کہتے تھے کہ مرزا صاحب کو گالیاں دو ' میں نے کہا کہ مجھے قتل بھی کر دو تو میں ایسا نہیں کروں گا ۔ اس اثناء میں ایک شخص نے مجھے چاقو بھی مارنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے استقامت کی توفیق دی ۔ بعد ازاں یہ لوگ مجھے مارتے پیٹتے تھانہ میں لے گئے اور پولیس کے حوالے کر دیا ۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک سپاہی نے آ کر مجھے ہتھکڑی لگا دی اور چارپائی سے باندھ دیا ۔ اس کے بعد احمدی احباب کو اس واقعے کا پتہ چلا تو وہ میری مدد کو آئے اور خدا کے فضل سے بہت محبت کا سلوک کیا اللہ ان کو جزا دے ۔ انہوں نے مجھے چھڑانے کی کوشش کی لیکن پولیس نے پرچہ کاٹنے پر اصرار کیا اور ہمارے کہنے کے باوجود کسی مارنے پیٹنے والے کے خلاف پرچہ درج نہ کیا ۔ دو دن مجھے ننکانہ تھانے رکھا گیا ۔ مجسٹریٹ نے میرے "جرم" کی "نوعیت" کے پیشِ نظر ضمانت لینے سے انکار

باقی ص ۵ پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

Digitized By Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ
قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

۱۹ رصلح ۱۳۶۸ ہش ۱۹ رجنوری ۱۹۸۹ء

ایفائے عہد کی مہم

کسی نے آپ سے پانچ بجے شام کا وقت لیا کہ وہ آپ کے گھر آئے گا۔ آپ انتظار کرتے رہے۔ گھر سے کہیں باہر نہ جا سکے کوئی اور کام بھی زیادہ وجمعی سے نہ کر سکے۔ اور وعدہ کرنے والا نہ آیا۔ بھول گیا۔ یا کسی اور کام میں لگ گیا۔ یا ہو سکتا ہے اس نے گھر بیٹھے ہی سوچ لیا ہو کہ چلو کل سہی۔ وہ بھی تو اپنے گھر میں ہی بیٹھے ہیں میرے آج ان کے ہاں نہ جانے کا انہیں کیا نقصان ہوگا۔ کتنی بڑی ہے بات یہ۔ وعدہ کر کے اس پر عمل نہیں کیا۔ کیا معلوم دوسرے کو کتنا نقصان پہنچا ہے۔ کم از کم ذہنی نقصان۔ اور پھر اس کے بعد کبھی یہی وعدہ کیا گیا تو وہ کب اس پر بھروسہ کرے گا۔

آپ نے کسی کاریگر کو۔ چاہے کسی ہی کام کا کاریگر ہو۔ کوئی کام دیا اور کاریگر نے آپ کو وقت بتایا کہ کام کب تیار ہو جائے گا۔ وقتِ مقررہ پر آپ گئے۔ اور دیکھا کہ کام ابھی شروع بھی نہیں کیا گیا۔ ہو سکتا ہے اس چیز کی تو آپ کو فوری طور پر ضرورت نہ ہو۔ لیکن آپ کا وقت تو ضائع ہوا اور کوفت بھی ہوئی۔ اور شاید کسی حد تک سخت کلامی کی بھی نوبت آگئی ہو۔ معاشرہ کے لئے کتنی بڑی بات ہے یہ۔ آپ پھر چند روز کے بعد گئے تو پتہ چلا کہ کام شروع تو ہو چکا ہے بس ختم ہونے میں ایک دو روز لگیں گے۔ پھر کوفت ہوئی۔ کام تو بہر حال ختم ہو ہی جائے گا کیونکہ ختم نہیں ہوگا تو کاریگر روٹی کہاں سے کھائے گا۔ آخر کام کے ہی پیسے لے کر روٹی کھاتا ہے نا۔ لیکن وعدہ خلافی سے کام دینے والے کو کتنی تکلیف ہوئی۔ اور کام کرنے والے کی وعدہ خلافی سے کتنی اخلاقی گراوٹ کا پتہ چلا۔

کیا ایسا ممکن ہے کہ ہم کوئی ایسی مہم چلائیں کہ ایفائے عہد کی اہمیت سب کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔ اور ہمارے اخلاق کا یہ پہلو نمایاں ہو کر سامنے آئے۔ آئیے ہم کوشش کریں۔

زباں بتّیس دانتوں میں ہے اور ہیں دانت بھی دشمن
لگا دیتے ہیں ہر اک بات پر ہر طرح کی قدغن
ہمارے دل کی باتیں منہ پہ آ جائیں تو ہم مجرم
زباں ان کی چلے تو راہزن رہبر ہے اور ہے راہبر رہزن

ابو الاقبال

بدرگاہِ ربّ العزت

درِ محبوبِ خدا پر ہو رسائی میری
ہو کسی طور غمِ دل سے رہائی میری

جب بھی مشکل کی گھڑی میں ہے پکارا تجھکو
تیری رحمت سے ہوئی عقدہ کشائی میری

لوگ کانٹے ہی بچھاتے رہے رستوں میں مرے
تُو نے ہر موڑ پہ کی راہنمائی میری

تیرے اندازِ کرم کی کوئی حد ہے نہ حساب
بخش دیجے نظر آئے جو بُرائی میری

آستینوں کے مرے داغ مٹا دے یا رب
تو نے ہر بگڑی ہوئی بات بنائی میری

فخر ہے مجھ کو ملی فخرِ دو عالم کی جھلک
عمر بھر کی ہے یہی ایک کمائی میری

تیرے محبوب پہ یا رب میرا ہر ذرّہ نثار
دین و دُنیا کی اسی میں ہے بھلائی میری

کیا ہے مل جائے مجھے منزلِ مقصودِ حیات
ہو قبولِ درِ حق ناصیہ سائی میری

میرا اندازِ جنوں اور فزوں ہو یا ربّ
کام آ جائے مرے آبلہ پائی میری

نادر قریشی۔ راولپنڈی چھاؤنی

روحانی نہر

- الفضل دوسرے عام اخباروں کی طرح محض ایک روزانہ پرچہ نہیں بلکہ ایک روحانی نہر ہے۔ جس سے احمدیت کی کھیتی سیراب ہو رہی ہے۔ اور لوگ اس سے تسکین پا رہے ہیں۔
- آپ بھی اس سے اپنے ایمان کی کھیتی کو سیراب کرنے کا سامان کیجئے۔

(مینیجر الفضل)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

سیرت سوانح

قومی مسائل اور حضرت فضل عمر

از مکرم عبد الباسط شاہد صاحب

خدا تعالیٰ نے حضرت فضل عمر کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ جماعت کی نہایت کامیاب قیادت و رہنمائی کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس اہم اور ہر وقت مصروف رکھنے والی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ آپ نے قومی اہمیت کے معاملات میں بھی بھرپور حصہ لیا اور ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اس نوٹ میں آپ کی ان مفید و بروقت خدمات میں سے صرف ایک خدمت کا ذکر مقصود ہے۔

جدوجہد آزادی کے مسلسل عمل میں جو ایک لمبے عرصہ پر پھیلا ہوا ہے ایک مرحلہ پر انگریز حکومت کی طرف سے آزادی کی قابلِ عمل صورت اور اس سلسلہ میں مشکلات کا حل تلاش کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا جسے سائمن کمیشن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مشن کی جو رپورٹ شائع ہوئی اس پر ہندوؤں نے اپنے ردّ عمل کا فوری اور بھرپور اظہار کیا اور اندیشہ ہوا کہ اس طرح قومی مفاد کو زد پہنچے گی ....

حضرت فضل عمر نے اپنی دوربین نگاہ سے یہ دیکھتے ہوئے کہ اس رپورٹ پر فوری تبصرہ کر کے ہندوستان اور انگلستان میں برسرِ اقتدار طبقہ تک اپنا نقطۂ نظر پہنچانا بہت ضروری ہے فوری طور پر ایک مفصل تبصرہ تحریر فرمایا۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ کروایا۔ اس کی ہندوستان اور انگلستان میں بروقت اشاعت کا انتظام فرمایا حضور کے اپنے الفاظ میں اس کام کی ضرورت و پس منظر یہ ہے کہ

"سائمن کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ کرنا ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اس وقت ہندوستان اور انگلستان میں پیدا ہو رہے ہیں کوئی معمولی امر نہیں ہے۔ کیونکہ ایک طرف ہندوستان کا ایک طبقہ اسے رجعت قہقری قرار دے رہا ہے اور دوسری طرف انگریزی قوم کا ایک حصہ اسے اندھیرے کی چھلانگ بتا رہا ہے۔ طبائع جوش میں ہیں۔ نوجوان ہندوستان آزادی کے خوشنما خواب دیکھ رہا ہے تو تجربہ کار انگلستان آہستگی اور احتیاط کا مشورہ دے رہا ہے۔ وہ اسے اپنی آزادی میں حائل قرار دے رہا ہے تو یہ اسے دیوانگی کے مرض میں مبتلا سمجھ رہا ہے۔ ان حالات میں مشورہ دینا آسان کام نہیں۔ جب ایک خاص خیال انسان کی عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے تو اچھی سے اچھی بات اسے بُری معلوم دینے لگتی ہے اور وہ اپنے خیر خواہ کو بدخواہ سمجھ لیتا ہے لیکن باوجود اس کے میں موجودہ صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے خاموش نہیں رہ سکتا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ حقیقت کو معلوم کرنے کی طرف بہت کم توجہ ہے اور ایک دوسرے کی طرف سے دل اس قدر بغض و کینہ سے لبریز ہیں کہ حسن ظنی نام کو بھی باقی نہیں رہی۔ ایک عام ہندوستانی انگریز کی ہر بات میں منصوبہ بازی اور دھوکہ کاری کی کوئی چال محسوس کرتا ہے اور ایک عام انگریز ہر آزادی کے خواہش مند ہندوستانی کو جاہ پسند اور مفسد تصور کرتا ہے۔"

"پس میں سمجھتا ہوں کہ گو ایک مذہبی آدمی ہونے کے لحاظ سے مجھے سیاست ملکی سے اس قدر تعلق نہیں ہے جیسا کہ ان لوگوں کو جو رات دن انہی کاموں میں پڑے رہتے ہیں۔ لیکن اسی قدر میری ذمہ داری صلح اور آشتی پیدا کرنے کے متعلق زیادہ ہے اور نیز میں خیال کرتا ہوں کہ شورش کی دنیا سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے میں شاید کئی امور کی تہہ کو زیادہ آسانی سے پہنچ سکتا ہوں بہ نسبت ان لوگوں کے جو اس جنگ میں ایک یا دوسری طرف سے شامل ہیں ...."

"میں انگریز افسران حکومت کو ..... اور باقی انگریزوں کو عموماً کہتا ہوں کہ آپ لوگوں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے سپرد ایک امانت کی ہے۔ اس امانت کو صحیح طور پر ادا کرنا آپ کا فرض ہے۔ مادیت کی ترقی نے خدا تعالیٰ پر ایمان بہت کمزور کر دیا ہے ..... تم اس سیاسی امر میں اس کا ذکر کرنے پر ہنسو یا مجھے بیوقوف سمجھو لیکن حق یہی ہے کہ ایک دن سب کو اس کے حضور جواب دہ ہونا ہے۔ بہت ہیں جو اس زندگی میں اس کی ہستی کو نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن ان کی موت کے وقت کی گھڑیاں حسرت و اندوہ میں گزرتی ہیں۔ پس چاہیئے کہ آپ اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اور خدا تعالےٰ کے سامنے جواب دہی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندوستان کے ۳۳ کروڑ آدمی کی قسمت کے فیصلہ کے وقت اپنے قلیل اور بے حقیقت فوائد کو بالکل نظر انداز کر دیں کہ روپیہ کی گنتی میں خواہ ...... کروڑوں ہندسوں سے بھی اوپر نکل جائیں لیکن اخلاق و روحانیت کے لحاظ سے ایک آدمی کی آزادی کے برابر بھی ان کی قیمت نہیں ہے ......"

حضور نے ابنائے وطن کو آزادی کی خوشخبری دیتے ہوئے نُصحاً للّٰہ فرمایا۔

"میں اپنے اہلِ وطن سے کہتا ہوں کہ اس نازک موقعہ پر اپنے دلوں کو تعصب اور کینہ سے خالی کر دو کہ گو یہ جذبات بظاہر میٹھے معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ان سے زیادہ تلخ اور تکلیف دہ کوئی چیز نہیں واقعات بتا رہے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی کا وقت آگیا ہے۔ خدا تعالیٰ دلوں میں ایک نئی روح پھونک رہا ہے تاریکی کے بادلوں کے پیچھے اُمید کی بجلی بار بار کوند رہی ہے۔ خواہ ہر آنے والی ساعت کی تاریکی پہلی تاریکی کی نسبت کس قدر ہی زیادہ کیوں نہ ہو ہر چمک میں ظاہر ہونے والی روشنی بھی پہلی روشنی سے بہت زیادہ روشن ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی مشیت کا اظہار کر دیتی ہے پس اپنے کینہ اور بغض سے خدا تعالیٰ کی رحمت کو غضب سے نہ بدلو اور اس کے فضل کو اس کے قہر میں تبدیل نہ کرو کہ وہ ضدی اور ہٹ دھرم اور سچائی کے منکر کو نفرت کی نگہ سے دیکھتا ہے۔"

حضور کے اس پُرخلوص تبصرہ کو ملک کے سربرآوردہ اہل الرأئے حضرات نے خوش آمدید کہا بعض آراء ذیل میں درج ہیں۔

ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب۔ علی گڑھ "میں نے جناب کی کتاب بڑی دلچسپی سے پڑھی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی یورپ میں بہت اشاعت فرمائیں۔ ہر ایک ممبر پارلیمنٹ کو ایک ایک نقل مزید بھیج دی جائے اور انگلستان کے ہر مدیر اخبار کو بھی ایک ایک نسخہ ارسال فرمایا جائے۔ اس کتاب کی ہندوستان کی نسبت انگلستان میں زیادہ اشاعت کی ضرورت ہے۔ جناب نے (دینِ حق۔ ناقل) کی ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے۔"

سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب کراچی۔ "میرے رائے میں سیاست کے باب میں جس قدر کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں اس میں کتاب "ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل" بہترین تصانیف میں سے ہے۔"

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال لاہور۔ "تبصرہ کے چند مقامات کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ نہایت عمدہ اور جامع ہے۔"

اخبار انقلاب لاہور:۔ جناب مرزا صاحب نے اس تبصرہ کے ذریعہ سے ..... بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔"

ایڈیٹر اخبار ہمت لکھنو۔ "ہمارے خیال میں اس قدر ضخیم کتاب کا اتنی قلیل مدت میں اردو میں لکھا جانا۔ انگریزی میں ترجمہ ہو کر طبع ہونا۔ اغلاط کی درستی۔ پروف کی صحت اور اس سے متعلقہ سینکڑوں دقتوں کے باوجود تکمیل پانا اور فضائی ڈاک پر لندن روانہ کیا جانا اس کا بیّن ثبوت ہے کہ (احمدیہ جماعت) ایک ایسی جماعت ہے جو اپنے نقطۂ نظر کے مطابق اپنے فرائض سمجھ کر وقت پر انجام دیتی ہے اور نہایت مستعدی اور تندہی کے ساتھ۔ غرضیکہ کتاب مذکور ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مزین ہو، دیکھنے کے قابل ہے۔"

حضرت فضل عمر نے اپنی مذکورہ بالا معرکہ آراء کتاب کے آخر میں سیاسی مسائل کے حل کے متعلق جو بصیرت افروز نکتہ بیان فرمایا اس پر میں ان معروضات کو ختم کرتا ہوں۔

حضور فرماتے ہیں۔

"میں نے جو کچھ اوپر لکھا ہے محض اس نیت سے لکھا ہے کہ شاید ان باتوں سے کوئی امر ہندوستان کے یا برطانیہ کے نمائندوں کی توجہ کو کھینچے اور اس عظیم الشان سوال کے حل کرنے میں جو اس وقت دو عظیم الشان ملکوں کے سامنے ہے اور جس کے حل ہونے پر خدا تعالیٰ کی ۳۳ کروڑ مخلوق کے آرام یا

(باقی صفحہ ۶ پر)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

چانکیہ بدعنوان سیاست کا فکری امام

جب بھی سیاست میں بدعنوانی اور مکاری کا ذکر آتا ہے تو زبانوں پر "چانکیہ" کا نام ضرور آتا ہے۔ یہ چانکیہ کون تھا اور سیاست کے متعلق اس کے کیا خیالات تھے۔ اس بارے میں ذیل کا مضمون ملاحظہ فرمائیے۔

تاریخ اقوام عالم ہمیں بتاتی ہے کہ — بدعنوان سیاست کا فکری امام مکیاولی نہیں چانکیہ تھا۔ دنیا کا وہ پہلا خبیث ترین سیاستدان جس نے جھوٹ اور مکروفریب کو اصولاً اور عملاً سیاسیات میں جائز بلکہ واجب قرار دیا اور ملوکیت کا بدترین تصور پیش کیا۔ اس کے افکار و نظریات اس قدر مقبول ہوئے کہ بائیس صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی سیاسی معمولات میں داخل ہیں۔ بھارتی رہنما تو ان پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ گاندھی جی پنڈت مدن موہن مالویہ موتی لال نہرو۔ جواہر لال نہرو لال بہادر شاستری اور مسز اندرا گاندھی وہ ان سب کا محبوب ترین فکری رہبر تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ "سقوطِ ڈھاکہ" کا واقعہ چانکیہ کے "ارتھ شاستر" کا مکمل عملی روپ تھا جسکی چودھویں فصل میں وہ یوں تعلیم دیتا ہے۔

— "دشمن کے علاقے میں سر منڈے اور جٹا اور جٹا دھاری جاسوس داخل کئے جائیں جو ایسے لوگوں سے رابطہ کریں جو جلد مشتعل ہو جانے والے ہوں۔ وہاں کے حکمرانوں کے معتوب ہوں۔ لمبی لمبی سزائیں کاٹ چکے ہوں۔ ملک کے وفادار نہ ہوں بلکہ جاہ طلب اور اہلِ ہوس ہوں۔"

یہ جٹا دھاری جاسوس — ان لوگوں کے دلوں میں اس قسم کی باتیں اتاریں:

— یاد رکھو! وہ ہاتھی جس کا مہاوت نشہ میں ہو اپنی راہ میں آنے والی ہر چیز کو روندتا چلا جاتا ہے بعینہٖ یہی کیفیت علم کی روشنی سے محروم تمہارے راجہ کی ہے جو اندھا دھند اپنی رعایا کو پامال کر رہا ہے اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس کے بدمست ہاتھی کے مقابلے پر اپنا ہاتھی کھڑا کر دو۔

علاوہ ازیں یہ جاسوس خوف زدہ سراسیمہ اور پریشان حال لوگوں سے کہیں:

"— جس طرح سانپ ہر اس جاندار کو کاٹتا اور اس پر اپنا زہر اگل ڈالتا ہے جس سے وہ ڈر جائے اسی طرح یہ راجہ ان لوگوں کو انعامات سے نوازتا ہے جو جرأت اور پیش بینی کے وصف اور فصاحت و بلاغت اور بہادری کے جوہر سے محروم ہیں اور اعلیٰ کردار والے اس سے ہمیشہ خالی ہاتھ لوٹتے ہیں۔ اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ اس حکمران کی بجائے کسی ایسے سے ربط و ضبط بڑھایا جائے جو برے اور بھلے میں تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔"

عجیب و غریب شخصیت

"ارتھ شاستر" کا برہمن مصنف "چانکیہ" عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا۔ چانکیہ کے علاوہ اس کے دو نام اور بھی تھے۔ کوٹلیہ اور وشنو گپت پہلا نام تو کتاب میں بار بار آیا ہے۔ البتہ دوسرے کا ذکر اس نے کتاب کے آخر میں صرف ایک بار کیا ہے۔ "ارتھ شاستر" میں پندرہ کتابیں ڈیڑھ سو فصلیں اور ۱۸۰ اجزا ہیں۔ مصنف نے کتاب کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی ہے۔

"نسل انسانی کی بقا اور دولت کو "ارتھ" کہتے ہیں اس زمین کو بھی "ارتھ" کہا جاتا ہے جس پر نسل انسانی بستی ہے اور وہ علم جو اس زمین کے حصول اور اس کی نگہداشت سے تعلق رکھتا ہو اُسے "ارتھ شاستر" کہتے ہیں۔

اس کتاب میں اپدیش (ہدایت) کا بھی ذکر ہے اور "اتی دیش" (عملدرآمد) کا بھی — اس میں دوسرے ملکوں کو تباہ و برباد اور تہس نہس کرنے کے نسخے بھی ہیں اور دوسرے ملکوں کے سربراہوں کو زہر یا فریب دیکر ہلاک کرنے کی تدبیریں بھی۔ ارتھ شاستر کے انگریزی ترجمہ کا دیباچہ نگار ڈاکٹر فلیٹ اسے غیر معمولی دلچسپ اور قدر و منزلت کی حامل تصنیف قرار دیتا ہے۔ چانکیہ نے یہ کتاب ۳۲۱ سے ۲۹۶ ق۔م کے درمیانی عرصہ میں موریہ خاندان کے حکمرانوں کے لئے لکھی۔ جس کی سطر سطر میں طبقاتی منافرت کا زہر بھرا ہوا ہے وہ صرف برہمنوں اور آریاؤں ہی کی برتری کا قائل تھا۔ اور اونچی ذات کے ہندوؤں کی خوشحالی و فارغ البالی کا طالب اس کا مقولہ تھا۔

"خیرات اور عیشِ حیات کا دارومدار دولت پر ہے۔"

اسے ان طبقوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی اعلیٰ النسل کے ہندوؤں نے جن کا جینا حرام کر رکھا تھا۔ ارتھ شاستر کے مترجم کے نزدیک

"یہ اس شخص کی تصنیف ہے جس نے ناقص حکومت کو برداشت نہ کرتے ہوئے مذہبی کتابوں ہتھیاروں کے علم اور اس زمین کو نجات دلائی جو نندہ حکمرانوں کے ہاتھوں میں چلی گئی تھی۔"

اس نے نندہ خاندان کے آخری تاجدار کی سلطنت کا تختہ الٹ کر چندر گپت موریہ کو تخت نشین کیا — یہ بادشاہ گر۔ جوڑ توڑ۔ امن شکنی۔ عہد شکنی۔ بدامنی اور حکمرانی کے طور طریقوں سے خوب آگاہ تھا۔ چندر گپت موریہ کے دربار میں شام کے حکمران سلیوکس اول کا سفیر میگستھنیز جس نے ہند میں خاصہ وقت گزارا اپنی تحریروں میں "ارتھ شاستر" کے حوالے دیتا ہے۔

سیاستدان اور شمشیر زن

کامندک نامی مصنف کے نزدیک چانکیہ صرف سیاستدان ہی نہیں شمشیر زن بھی تھا۔ جو بجلی کی طرح کڑکتا گرجتا نندہ خاندان پر ٹوٹ پڑا۔ اور اس نے اُسے بھوت دویا کے ذریعہ سے غارت کر دیا۔ مگر کادمبری کے مصنف بان نے بڑی جرأت سے چانکیہ کی کتاب آئین سیاست کو رد کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے۔

"کوٹلیہ کی سیاست کی تقلید کرنے والوں کے پاس راست بازی نام کی کوئی شے نہیں اس کے نظریات سے بے رحمی اور ظلم و تشدد ٹپکتے ہیں۔ اس کے استاد وہ برہمن پروہت ہیں جو بھوت بدیت کے علم کا عامل ہونے کے باعث سنگدل ہو چکے تھے۔ اس کے نزدیک ایسے وزیر جو ہمیشہ دوسروں کو فریب دیتے ہیں معتبر بن جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت مصروف تخریب رہتا ہے۔ اور اس کے خیال میں وہ بھائی قتل کر دیئے جانے کے لائق ہیں۔ جن کے دل محبت کے فطری جذبہ سے لبریز ہوں۔"

چانکیہ ہر مسئلہ کو تشدد یا فریب سے حل کرنے کا درس دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے — لوگوں کو قابو میں رکھنے کے لئے ڈنڈے سے بہتر کوئی ہتھیار نہیں۔ اس کے یہاں ڈنڈا (سزا) اور ڈنڈنیتی (سزا کا قانون یا حکمرانی کا علم) ڈنڈے کے بغیر غیر موثر ہے۔ "ارتھ شاستر" میں بے اعتمادی اور نفرت کی تعلیم کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے وہ بادشاہ کو مشورہ دیتا ہے کہ

مہامنتری اور مہامہنت کی مدد سے لالچ دے دے کر اپنے وزیروں کو آزمائے اور ان کا چلن پرکھے۔

غیر معتبر وزیروں کا کھوج لگانے کے لئے وہ یہ ترکیب بتاتا ہے کہ

"راجہ پروہت کو برطرف کر دے اور خفیہ طور پر جاسوسی کے کام پر لگا دے۔ مایوس پروہت پہلے ہی جاسوسی کے کام پر مامور شاگرد پیشہ پروہتوں کو ساتھ ملا کر ایک ایک منتری کے پاس جائے اور حلف اٹھا اٹھا کر کہے کہ راجہ کھوٹا ہے۔ لہٰذا آؤ اس کی جگہ ایسے راجہ کو لائیں جو راستباز ہوں یا کسی ایسے راجہ کے خاندان میں سے ہو جو قید میں پڑا ہو۔"

اسی طرح وہ مہنتوں اور پروہتوں کے علاوہ فوجی سالاروں کو بھی اس ناٹک میں شریک کرنے کی ہدایت کرتا ہے یعنی راجہ کسی فوجی سالار کو برطرف کر دے اور وہ حسب دستور جاسوسوں کی ٹولی کے ساتھ مل کر کام کرے۔ وہ وزیروں کے پاس جائے اور انہیں راجہ کے قتل پر اکسائے۔ اگر یہ دونوں ترکیبیں ناکام ثابت ہوں مہنت اور سنیاسی کسی وزیر کو نہ ورغلا سکیں۔ تو راجہ کسی ہوشیار عورت کی خدمات حاصل کرے۔ یہ عورت جوگن بن کر مشہور کر دے کہ اسے راجہ کے زنانخانہ میں بڑا رسوخ حاصل ہے — اگر ان تینوں تدبیروں سے بھی راجہ کے وزیر اور درباری چکمے میں نہ آئیں تو چانکیہ ایک اور ترکیب یہ بتاتا ہے کہ — راجہ تجارتی جہاز میں سفر کرنے کا ارادہ ظاہر کرے۔ ایک

Digitized By Khilafat Library Rabwah

وزیر باقی وزیروں کو پیچھے لگا لے۔ راجہ خوف کے مارے سب کو برطرف کر دے۔ اس کے بعد ایک جاسوس معلم کے بھیس میں ایک ایک قیدی کے پاس جائے۔ اور بتائے کہ وہ بھی قید و بند کی صعوبتیں جھیل چکا ہے۔ ٹیپ کا مصرعہ یہ ہو۔

"راجہ غیر دانشمندانہ راہوں پر چل نکلا ہے آؤ اسے مار کر کسی اور کو تخت پر بٹھائیں۔"

پھر ان سب ترکیبوں کے ذریعہ آزمائش کے بعد جو مخلص اور سچے ثابت ہوں۔ انہیں اعتماد سے نوازا جائے اور وزارتیں سونپی جائیں

جاسوسی کی اہمیت

چانکیہ کے نزدیک سمستقا یعنی جاسوسی کے نظام کو بہت اہمیت حاصل ہے وہ کہتا ہے۔

"۔۔۔ جاسوس کاپٹیک چاتر (دھوکا باز طالب علم) کا بھیس بدلیں۔ بھکشو عورت سوداگر۔ تپسوی (عبادت گزار) اور قیدی کو بھی جاسوس بنایا جائے۔ بعض بڑے بڑے جاسوس بڑی بڑی زمینوں پر کھیتی باڑی کریں۔ وہ اپنے ساتھ سرمنڈوں اور جٹا دھاریوں کی ٹولی رکھیں۔ بڑا جاسوس اپنے آپ کو بڑا زاہد اور عابد ظاہر کرے اس کے متعلق مشہور ہو کہ

"مہینے میں ایک دو بار سبزی یا گھاس کھا کر گزارہ کرتا ہے۔"

گو چوری چھپے اپنی پسند کے کھانے کھائے تاجر پیشہ لوگ جو در اصل جاسوس ہوں خود کو اس کا چیلہ ظاہر کریں۔ اور اسے پوجیں اور ایک ایک سے کہیں کہ یہ پہنچا ہوا فقیر ہے اور غیر معمولی قوتوں کا مالک ہے۔ دست شناسی۔ رمل اور جوتش وغیرہ کے حساب سے اپنے چیلوں کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں لوگوں کو ان کے مستقبل سے آگاہ کرے۔ سائلوں پر رعب جمانے کے لئے سرکار کی جانب سے انہیں ملنے والے انعام اور وزارتوں میں ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں بتائے۔

چانکیہ کے نظام جاسوسی میں "انگ ودیا" (علم الید) مایاگت (کمالِ علم) اور سفلیات کے ماہر انتر چکر (شگون) جاننے والے رسود (زہر کھلانے والے) حجام مصنوعی کبڑے۔ سازندے۔ مسخرے۔ بیوہ برہمن عورتیں۔ سنچارہ (آوارہ عورتیں) شامل تھیں۔ کسی جاسوس کو دوسرے جاسوس کی خبر نہ ہوتی۔ ان کے درمیان قاصد کام کرتے ۔۔۔ یہ جاسوس اندرونِ ملک وزیروں۔ پروہتوں۔ سپہ سالاروں۔ راجکماروں، اور بانوں۔ شاہی زنان خانے کے نگہبانوں پر شاستریوں (مصنفوں) نائکوں (پولیس کانسٹیبلوں) شہر کے کوتوال کارخانوں کے مہتمم۔ منتری پریشد (مشاورتی کونسل) اور دوسرے حکام کے خلاف جاسوسی کرنے اور بیرونِ ملک

ان کا وہی کام ہوتا جو انہوں نے مشرقی پاکستان میں کیا

اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک پھیلے ہوئے جاسوس قاصدوں کے ذریعہ جاسوسی ادارے کو خبریں بھیجتے رہتے جو "سمستھا ودیٹو" کہلاتا۔ ادارے کو جو معلومات ہوتیں۔ وہ ان پر خود ہی یقین نہ لے آتا۔ بلکہ ان کی تحقیق و تصدیق کے لئے آگے اپنے جاسوس بھیجتا۔ اگر کسی جاسوس کی معلومات غلط یا بے بنیاد ثابت ہوتیں تو اسے خفیہ طور پر سزا دی جاتی یا نوکری سے برطرف کر دیا جاتا۔

ہمسایہ ملکوں میں غارت گری اور بغاوت کی نیت سے جانے والے جاسوس وہاں ملازمت اختیار کرتے اور وہیں سے تنخواہ پاتے اندرونِ ملک غیر ملکی جاسوسوں سے نمٹنے کے لئے ادارہ اپنے جاسوس متعین کرتا۔

بنیاد خوف اور بدگمانی پر

چانکیہ کی سیاست کی بنیاد خوف اور بدگمانی پر ہے۔ خوف اس بات کا کہ ہر کہیں راجہ کے دشمن موجود ہیں اور جیسے راجہ کو ہلاک کرنے کے سوا رعایا کو اور کوئی کام نہیں یہی حال بدگمانی کا تھا۔ چانکیہ کسی پر بھروسہ نہ کرتا تھا۔ خوف اور بدگمانی کا عنصر اس کے کردار میں شامل تھا۔ وہ خود ایک حکومت کا تختہ الٹ کر اپنی سنگدلی کا مظاہرہ کر چکا تھا۔

اور اب اپنی مفتوحہ و مقبوضہ سلطنت کو ڈنڈے کے زور سے قائم رکھنا چاہتا تھا۔

ہمارے دور میں گاندھی جی۔ پنڈت مدن موہن مالویہ اور تقسیم برصغیر کے بعد بھارت کے حکمرانوں نے چانکیہ کی سیاست کو خوب خوب ہی اپنایا۔ ہندو کانگرس۔ مہاسبھا اور جن سنگھ کی تحریکوں کی سرگرمیاں اور مسلمانوں اور برصغیر کی دوسری اقلیتوں کے ساتھ ان کا طرز عمل اس کا شاہد ہے۔ آزادی کے بعد تو ان کا چہرہ بالکل کھل کر سامنے آگیا ہے۔ وہ کسی کے دوست ہوں یا دشمن "ارتھ شاستر" کی تعلیمات کو لحظہ بھر کے لئے بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ وہ میٹھے بن کر بھی ناگ ہی رہتے ہیں۔ اور ڈسنا نہیں بھولتے ۱۹۴۲ء کی آل انڈیا کانگرس کی قرارداد اس کی چھوٹی سی مثال ہے جس کی ایک شق یہ تھی۔

"آزاد ہندوستان دنیا بھر کو بے ہتھیار کرنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر دے گا۔ اور اس سلسلہ میں دنیا بھر کی قیادت کے لئے تیار ہوگا۔"

آج آزاد بھارت ایٹم بنانے میں مصروف ہے اور بدترین سامراج بن چکا ہے پنڈت نہرو نے اپنی تصنیف ۔۔۔ (DISCOVERY OF INDIA) میں بڑے بڑے قیمتی سبق دیئے ہیں۔ چین کی دوستی کا دم بھرا ہے۔ لیکن جب قول کو عمل میں ڈھالنے کا وقت آیا تو ایک ایک لفظ جھوٹ ثابت ہوا۔ عدم تشدد کا جنازہ نکال کر چین سے جنگ مول لے لی۔

۔۔۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ بھارت میں ایک دن بھی تخفیف اسلحہ کے حق میں تحریک نہیں چلی۔ بلکہ وہ تو اس سلسلہ میں عالمی معاہدے پر دستخط کرنے سے بھی انکاری ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس سب کچھ کے باوجود "جواہر لال امن پرائز" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اور اقوام عالم کے مطابق سابق سیکرٹری جنرل او تھان کو یہ انعام عطا کیا گیا۔

(بشکریہ ہفت روزہ لاہور ۲ جنوری ۱۹۸۹ء)

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے لئے

حکومت پر انحصار کرنا ہی ہوگا

(محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب)

"سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی ایک سیاسی فیصلہ ہے لیکن بدقسمتی سے اسلامی ممالک کی آمرانہ حاکمیت نے اس کو مذہبی مسئلہ قرار دے رکھا ہے اور وہ دورِ جدید کے ان نہایت اہم تقاضوں اور محرکات سے بالکل نابلد ہے۔"

ان خیالات کا اظہار پاکستان کے واحد نوبل انعام یافتہ ماہر طبیعات ڈاکٹر عبدالسلام نے ۲۰ دسمبر ۱۹۸۸ء کو کراچی میں اولڈ راوین ایسوسی ایشن کے اجتماع میں کیا۔

انہوں نے فرمایا کہ ہم اسلامی دنیا پر فخر کرتے ہیں لیکن مجھے رواں صدی میں ایک نام بھی ایسا نہیں نظر آتا جس کو اسلامی دنیا کا ایک عظیم سائنسدان قرار دے سکوں۔ اسلامی دنیا کے متعصبانہ رویہ پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ سائنس انسان کے مذہبی عقائد کی نفی نہیں کرتی بلکہ اس کو مزید تقویت پہنچاتی ہے۔ بدقسمتی سے اسلامی ممالک کی آمرانہ حاکمیت نے اس کو مذہبی عقائد سے متصادم شکل میں پیش کر رکھا ہے۔ اٹلی جہاں میں قیام پذیر ہوں سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے باوجود ابھی تک ایک مذہبی معاشرہ ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ میرا یہ نظریہ رہا ہے کہ سائنس ایک اجتماعی تخلیق اور مشترکہ میراث ہے اور جب تک معاشرہ اس کو وسعت دیتا رہے گا اس میں بھی ترقی جاری رہے گی۔

مجھے یقین ہے کہ میرے خیالات سن کر آپ کو تکلیف ہوگی اور خود مجھے بھی اس کے اظہار سے تکلیف پہنچتی ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ سائنسی علوم میں مہارت کا انحصار کسی معاشرہ کی سائنسی برادری کی آزادی اور وسیع النظری پر ہی ہوتا ہے یہ فرض کرتے ہوئے کہ اس قسم کی برادری خود بہت وسیع ہے اور اس ضمن میں خود اس معاشرے کا وسیع النظر اور جمہوری ہونا ضروری نہیں ہے اس سلسلہ میں سوویت یونین کی مثال پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سوویت یونین میں سائنسدانوں کا ایک بڑا طبقہ ہے جن کی تعداد تقریباً ڈھائی لاکھ ہے اور وہ سائنس اکادمی اور دیگر ایسے

(باقی صفحہ ۶ پر)

بقیہ: صفحہ ۸ سے آگے

اور پھر تبتل کی کوشش کرنا، یہ تو بہت ہی وسیع مضمون ہے۔ اور جب تک خدا کا فضل شامل نہ ہو انسان کو نصیب نہیں ہو سکتا دعا کی مدد کے بغیر یہ ممکن ہی نہیں اس لئے دعا کی طرف توجہ دیں۔ ہم اپنی کوشش سے نہ خوف کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں نہ طمع کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ہاں دعا کے ذریعہ ہم ضرور تمام مراحل کو طے کر سکتے ہیں۔ پس یہ سارا سفر دعا کے ذریعے طے ہوگا۔ خدا کرے کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد اس سفر کو قرآنی تعلیم کے مطابق اختیار کرے اور اس سفر کے تمام مراحل کو ہمارے لئے آسان فرما دے ورنہ اس کی مدد کے بغیر ہم ایک قدم بھی اس کی راہ میں آگے نہیں بڑھا سکتے۔

بقیہ: صفحہ اوّل سے آگے

کر دیا۔ بعد ازاں آٹھ دن کے بعد سیشن نے ضمانت لی۔

پہلے دو دن کے بعد چونکہ مجھے جیل میں منتقل کر دیا گیا تھا اس لیے رہائی جیل سے ہوئی۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

فلپائن

PHILIPPINES

از ڈاکٹر سید ظہور احمد شاہ

محل وقوع

اس بحرالکاہل اور بحیرہ چین میں گھرے ہوئے مجمع الجزائر میں سات ہزار سے زائد جزائر ہیں جن میں سے صرف ۲۷۷۳ کو ہی ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان میں چار بڑے جزائر لوزون (LUZON) منڈاناؤ (MINDANAO) منڈورو (MINDORO) اور پالاوان (PALAWAN) ہیں۔ جزائر پہاڑی ہیں ان میں سے بہت سے پہاڑ آتش فشانی ہیں۔ سب سے اونچا پہاڑ اندازاً ۱۰۳۱۲ فٹ بلند ہے۔ ان جزائر سے جنوب مغرب میں جزیرہ بورنیو۔ اور شمال کی طرف ۱۰۰ میل کے فاصلے پر جزیرہ تائی وان (فارموسا) ہے۔ فلپائن کا نام سپین کے شاہ فلپ دوم نے رکھا تھا اور ان جزائر کی دریافت کے وقت وہی سپین کا بادشاہ تھا۔

رقبہ اور آبادی

خشکی کا رقبہ ۱۱۵،۷۳۹ مربع میل ہے۔ اور آبادی ساڑھے تین کروڑ کے قریب ہے۔

طرز حکومت

پہلے فلپائنز ۴۰۰ سال تک سپین کے تحت تھا۔ ان کو پھر امریکہ نے لے لیا۔ اور ۴ جولائی ۱۹۴۶ء کو امریکہ کے صدر نے ان کو آزاد کر دیا۔ اس میں جمہوری حکومت ہے اور علاقہ ۷۵ صوبوں اور ۱۱ چھوٹے صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

آب و ہوا اور پیداوار

خوشگوار موسم دسمبر اور جنوری میں ہوتا ہے۔ جون سے نومبر تک برسات ہوتی ہے۔ اور اپریل اور مئی کے مہینے گرمی کے ہوتے ہیں۔ پیداوار میں چاول۔ مکئی۔ تمباکو۔ کافی۔ کپاس، بھنگ حشیش۔ ناریل شامل ہیں۔ کانوں سے کوئلہ لوہا۔ سونا۔ تانبا نکلتے ہیں۔

سکہ

یہاں کا سکہ پیسو (PESO) جس میں ۱۰۰ سنٹاوس (CENTAVOS) ہوتے ہیں ایک امریکی ڈالر یہاں کے ۱۴ پیسو کے مساوی ہوتا ہے۔

رسوم و رواج

فلپائنی اپنی مہمان نوازی کیلئے مشہور ہیں۔ دفتروں میں کوٹ پتلون زیب تن کرتے ہیں اور ٹائی لگاتے ہیں۔ عوام دن میں عموماً نصف بازو والی قمیص پہنتے ہیں اور شام کو لمبی سی چادر یا دھوتی لپیٹ لیتے ہیں

داخلے کے قواعد

تقریباً وہی ہیں جو دوسرے ممالک میں ہیں مثلاً پاسپورٹ۔ ویزا۔ چیچک کا ٹیکہ اور ہیضہ اور زرد بخار والے علاقے سے آنے والوں کے لئے ان امراض کے خلاف ٹیکہ جات کے سرٹیفکیٹ ضروری ہیں۔ فوجی علاقوں میں تصاویر اتارنا منع ہے۔ بیرونی سکہ کے لانے پر کوئی پابندی نہیں۔

زبان

یہاں کی قومی زبان ٹاگالوگ (TAGALOG) ہے۔ ہسپانوی اور انگریزی بھی کثرت سے بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

مذہب

اکثریت کا مذہب تو عیسائی رومن کیتھولک ہے لیکن دیگر مسیحی فرقوں کے گرجے اور مراکز موجود ہیں۔

خوراک

یہاں کی عام خوراک چاول۔ مکئی اور شکر قندی ہے۔ لہسن بہت استعمال کرتے ہیں۔ مئی سے اکتوبر تک نہایت عمدہ آم ہوتا ہے۔ جسے یہ لوگ خوب شوق سے کھاتے ہیں۔ یہاں کے پپیتے اور کیلے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ بہت پسند کئے جاتے ہیں۔

کھیل اور مشاغل

پولو۔ بیس بال فٹ بال۔ باسکٹ بال۔ باکسنگ، کشتی رانی۔ گاف اور ٹینس یہاں کے کھیلوں میں شامل ہیں۔

دارالحکومت منیلا (MANILA) ہے جو کہ جزیرہ لوزون (LUZON) میں واقع ہے۔ سرکاری دارالحکومت منیلا کے نواحی شہر کوئیزون سٹی (QUEZON CITY) ہے۔

منیلا میں صدارتی محل قابل دید ہے جسے سنہ ۱۶۱۱ء میں تعمیر کیا گیا تھا اور یہاں کی یونیورسٹی کا دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹیوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں کے قلعہ سانٹیاگو میں نہایت تنگ و تاریک قید خانہ ہے جسے سپین کی حکومت نے بنایا تھا۔ اور جسے دوسری جنگ عظیم میں جاپانی کام میں لائے تھے۔ دیکھنے سے دل میں عجیب سا خوف پیدا ہوتا ہے۔ فلپائن کے تمام جزائر ہی سرسبز شاداب ہیں اور قابل دید ہیں۔

بقیہ: قومی مسائل

تکلیف کا انحصار ہے۔ میں کچھ حصہ لے کر ثواب کا مستحق ہو جاؤں ...

... مجھے خوب معلوم ہے کہ سیاسی مسائل بھی دوسرے مسائل کی طرح سینکڑوں طریق پر حل کئے جا سکتے ہیں اور کسی شخص کا یہ کہنا کہ اس کی بتائی ہوئی تفصیل ہی کام کو درست کر سکتی ہے نرم سے نرم لفظوں میں بھی ایک بے دلیل بات کہلانے کا مستحق ہے۔ ہاں اصول ایک ایسی چیز ہیں جنہیں ہم دعویٰ کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں اور ان اصول کے متعلق جو میں نے پیش کئے ہیں میں کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے نہایت معقول اور منصفانہ ہیں اور ان کو نظر انداز کر کے عدل اور انصاف کا قائم کرنا قریباً ناممکن ہے۔"

چندہ عام، حصہ آمد
چندہ جلسہ سالانہ بروقت
ادا کریں۔

بقیہ:۔ ڈاکٹر سلام

اداروں میں کام کہتے ہیں ان کی کارگزاریوں کے جائزے اور صلہ نوازیوں کے اپنے طریقہ کار ہیں اور اگر سارا روسی معاشرہ جمہوریت کو اپنا لیتا ہے جیسا کہ گورباچوف چاہتے ہیں تو مزید سائنسی ترقی ہوگی۔

پاکستان میں نئی جمہوریت، سائنس کے معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرے گی وہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے لیکن سابقہ حکومت نے اس سلسلہ میں کچھ بھی نہیں کیا۔ جنرل ضیاء کوئی تبدیلی نہیں چاہتے تھے صرف وعدوں پر ہی یقین رکھتے تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے فرمایا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے لئے اوّلین ذمہ داری حکومت کی ہوتی ہے معاشرہ کی ذمہ داری ثانوی حیثیت رکھتی ہے اور اس سلسلہ میں حکومت پر انحصار کرنا ہی ہوگا۔ انہوں نے ایک چینی وزیراعظم کی مثال پیش کرتے ہوئے کہا موصوف اپنے ملک میں کسی کو طبیعات کی ترقی اور ماہرین طبیعات کی کارگزاریوں کی تفصیل بتا رہے تھے ان سے جب پوچھا گیا کہ اس قدر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے انہیں کہاں وقت ملتا ہوگا جواباً وزیراعظم نے فرمایا "اگر اتنی اہم معلومات کے لئے بھی میرے پاس وقت نہ ہو تو پھر مجھے وزیراعظم رہنے کا کوئی حق نہیں"۔

اس سوال پر کہ سائنس کے میدان میں اسلامی دنیا کے ممالک اس قدر پیچھے کیوں ہیں؟ ڈاکٹر عبدالسلام نے فرمایا کہ علوم کے تمام شعبوں بشمول سائنس دراصل اجتہاد کی بجائے محض تقلید سائنسی ترقی میں مانع رہی ہے۔

ڈاکٹر سلام پچھلے دنوں بی سی سی آئی انٹرنیشنل فاؤنڈیشن NEST کی دعوت پر پاکستان تشریف لائے تھے، قبل ازیں انہوں نے صدر مملکت غلام اسحاق خان سے ملاقات کی تھی اور ۱۲ دسمبر کی صبح کو وہ اٹلی واپس روانہ ہو گئے۔

(بشکریہ ماہنامہ علمی سائنس جنوری ۸۹ء صفحہ ۴۰)

مسابقت کا ثواب حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کیجائے

بفضل خدا ہر جماعت اپنے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر تحریک جدید کے سال نو کے لئے وعدے بھجوانے میں کوشاں ہے۔ لیکن زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لئے مسابقت کی روح سے کام کرنا ازبس ضروری ہے۔ اس لئے تاکیدی درخواست ہے کہ جماعتیں تحریک جدید کے سال ۵۵ کے لئے وعدے اوّلین فرصت میں بھجوا دیں۔ اور کسی صورت میں بھی اس کام کو ۳۱ جنوری ۱۹۸۹ء سے تجاوز نہ کرنے دیں۔ تاکہ مسابقت کے ثواب سے بھی وافر حصہ پائیں۔

نیز دفتر اوّل کے مجاہدین کی تلاش کے سلسلہ میں بھی دفتر ہذا سے مکمل تعاون فرمائیں۔ دفتر اوّل کی انیس سالہ کتاب ہر جماعت میں پہنچا دی گئی ہے۔ ہر خاندان سے اپیل کریں کہ وہ اپنے بزرگوں کے کھاتوں کو جلد از جلد جاری کروائیں۔

(وکیل المال اوّل تحریک جدید)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اطلاعات و اعلانات

اعلان دارالقضاء

صبیحہ نسیم صاحبہ اہلیہ نسیم احمد صاحب
د مبارکہ نسرین صاحبہ بیوہ لطف الرحمن صاحب
محلہ دارالرحمت ربوہ

بنام

حبیب الرحمن صاحب درد
وائس پریذیڈنٹ
حبیب بنک ہیڈ آفس پلازا کراچی

"اس کیس کی سماعت بتاریخ ۱۲ جنوری ۱۹۸۹ء دارالقضاء میں تھی۔ لیکن مدعی علیہ کی جانب سے باوجود اطلاع کے کوئی بھی حاضر نہ آیا۔ متعدد بار رجسٹرڈ لیٹرز اُن کو بھجوائے گئے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ حاضر آنے سے قاصر ہیں۔ اُن سے آسان طریقہ سے تعمیل مشکل نظر آتی ہے۔ اس لئے مدعی علیہ کو بذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ اس کیس کی آئندہ سماعت بتاریخ ۹ فروری ۱۹۸۹ء بروز جمعرات بوقت ۴ بجے سہ پہر دارالقضاء میں ہوگی۔ بروقت حاضر ہو کر پیروی کریں۔"

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

اعلان نکاح

عزیزم مظفر احمد مبشر کا نکاح عزیزہ عابدہ کلثوم طیبہ بنت برادرم مکرم میاں محمد شبیر صاحب صرل بی اے ایل ایل بی سرگودھا کے ساتھ محترم مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر پنجاب نے مبلغ پندرہ ہزار روپے حق مہر پر مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۸۹ء بروز جمعۃ المبارک پڑھا۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو نہ صرف جانبین کے لئے بلکہ سلسلہ کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور نیک اور خادم دین نسل کا پیش خیمہ ہو۔

(حنیف احمد محمود شاہد مربی سلسلہ احمدیہ بو۔ سیرالیون)

• فیصل آباد کے احباب مطلع ہوں

فیصل آباد میں روزنامہ الفضل کے ایجنٹ مکرم اصغر علی صاحب مقرر ہیں فیصل آباد کے احباب الفضل سے متعلقہ مسائل کے سلسلہ میں ان سے رجوع فرمائیں ان کا پتہ حسب ذیل ہے
"اصغر علی معرفت کریم میڈیکل ہال گول امین پور بازار فیصل آباد"

(مینجر)

• مکرم زین العابدین کارکن وکالت مال ثانی تحریک جدید کا نکاح مورخہ ۱۸ نومبر ۸۸ء کو مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے عزیزہ زاہدہ مبشرہ بنت مکرم عبدالقدیر صاحب کوارٹرز صدر انجمن احمدیہ میں بروز جمعۃ المبارک پانچ ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھایا۔ اسی روز رخصتی کی تقریب عمل میں آئی۔ اگلے روز عزیز موصوف کی دعوت ولیمہ ان کے مکان دارالرحمت وسطی پر ہوئی۔ جس میں اکثر احباب نے شرکت فرمائی

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو نہ صرف دونوں خاندانوں کے لئے بلکہ سلسلہ کے لئے مفید و بابرکت بنائے۔

(چوہدری نذیر احمد سیالکوٹی واقف زندگی وکالت مال (ثانی) تحریک جدید ربوہ)

• میری بیٹی امۃ الشافی ناصر بنت مکرم مرزا مشتاق احمد صاحب ناصر کا نکاح مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۸۸ء کو عزیز احمد حسین ابن مکرم ماسٹر فضل حسین صاحب کے ساتھ پچیس ہزار روپیہ حق مہر پر علیز ہوٹل گلبرگ لاہور میں پڑھا گیا۔ اُسی دن رخصتانہ کی تقریب بھی عمل میں آئی

میری دوسری بیٹی مینا ناصر کا نکاح ۹ ستمبر ۱۹۸۸ء کو ناصر سرفراز ابن مکرم کرنل غلام محمد اقبال صاحب سے بیت نور ماڈل ٹاؤن میں ۲۵ ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھا گیا۔ عزیزہ امۃ الشافی ناصر اور مینا ناصر محترم حافظ صاحبزادہ سید محمد طیب لطیف صاحب ابن صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کابل کی نواسیاں ہیں۔

تمام بزرگان سلسلہ اور بہن بھائیوں سے دردمندانہ دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں نئے خاندانوں کا تعلق احمدیت کے لئے بہت بہت بابرکت فرمائے۔

(سیدہ ہادی لطیف اہلیہ مرزا مشتاق احمد صاحب)

تقریب شادی

مکرم جمیل احمد صاحب ابن مکرم ظریف احمد صاحب کی شادی بہمراہ عزیزہ مکرمہ نفیسہ ناہید صاحبہ بنت مکرم رانا لطیف محمد صاحب آف جہلم کیساتھ انجام پائی۔ برات ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو ربوہ سے جہلم گئی۔ اگلے روز ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو مکرم ظریف احمد صاحب نے ۲/۲ دارالفضل ربوہ میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا۔ جس میں کارکنان سلسلہ اور احباب کرام نے شرکت کی۔ اختتام پر محترم مولانا نسیم سیفی صاحب نے دعا کرائی۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس رشتہ کے ہر جہت سے کامیاب اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کیلئے دعا کریں۔

درخواست دعا

میرے داماد بشیر احمد ناصر (مقیم حیدرآباد) کندھے سے ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے جام شورو ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد ابھی مکمل طور پر صحتیاب نہیں ہوئے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

(ڈاکٹر عبدالرحمن۔ کوٹ عبدالمالک)

موصیان کرام

اگر آپ کے نام ایسی کوئی جائیداد ہے جو دراصل آپ کی خرید کردہ نہیں تو اُس کی اطلاع دفتر وصیت کو بروقت دیں بصورت دیگر وفات پر یہ جائیداد آپ کی شمار ہوگی۔ ایسی اگر کوئی جائیداد آپ کی خرید کردہ ہے مگر کسی دوسرے کے نام ہے تو اُس سے بھی مطلع کریں۔

• وراثت کے تمام حصوں پر وصیت حاوی ہوگی خواہ آپ اُسے حاصل نہ کریں لیکن حصہ وصیت لازمی ہے۔ آمد سے مراد ہر قسم کی آمد مراد ہے خواہ بچوں کی طرف سے بطور تحفہ کوئی رقم ملے۔

پنشن کے کمیوٹ شدہ حصہ پر حصہ آمد کی ادائیگی لازمی ہوگی اور موصی کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس پر حصہ آمد یکمشت ادا کرے یا کسی مجبوری کی وجہ سے ایسا نہ کر سکتا ہو تو حسب ضابطہ مجلس کارپرداز سے اجازت اور مہلت حاصل کرے۔

گریجویٹی اور پراویڈنٹ فنڈ کی بھی ادائیگی یکمشت ادا کرنی ہوگی۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز)

جدید نسخہ جات کے سیمپلز اور لٹریچر
ڈاکٹرز (ایم بی بی ایس) ہومیوپیتھک ڈاکٹرز اور حکیم حضرات کیلئے خط آنے پر مفت ارسال کئے جاتے ہیں۔
کیورٹیو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ ربوہ
فون: سیلز آفس ۱۱۷ : کلینک ۶۰۶ : رہائش ڈاکٹرز ۶۰۷

الفضل کے دوبارہ اجراء اور سال نو ۱۹۸۹ء کے آغاز پر
"مبارکباد"
مجلس خدام الاحمدیہ واہ کینٹ

خوشخبری آٹا سیل
ہٹا بازار کے عام نرخ سے ۳/- روپے کم پر ہر جمعۃ المبارک کو خرید فرمائیں:
الطاف برادرز بالمقابل ٹی آئی کالج ربوہ

نرینہ اولاد سے محروم، بے اولاد، مرض اٹھراء کی شکار دکھیا عورتوں کے لیے
۱۹۱۱ء سے ایک ہی نام
دواخانہ حکیم نظام جان
ہیڈ آفس: چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ پوسٹ بکس ۲۲۲ فون: ۳۹۹۷
حکیم نظام جان صاحب کے فرزند حکیم انوار احمد جان
• ہر ماہ کی ۵-۶-۷ تاریخ کو کوٹھی نمبر ۱ دارالعلوم غربی ربوہ
• ہر ماہ کی ۸ تاریخ کو بالمقابل شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین
• ہر ماہ کی ۱۲ تا ۱۸ تاریخ کو ۲-بی روڈ شیش محل بس سٹاپ بالمقابل سندھی ہوٹل (یو بی ایل کے اوپر) لیاقت آباد نمبر ۱۰ کراچی نمبر ۱۹
اور
• ہر ماہ کی ۲۵ تا ۲۸ تاریخ کو چوک جان محمد معصوم شاہ روڈ ملتان میں مطب فرماتے ہیں
ہر جگہ خواتین کیلئے معائنہ کا انتظام ہے
مینجر: دواخانہ حکیم نظام جان
اقصیٰ چوک کالج روڈ ربوہ
فون: ۵۵۸

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ

اپنے اندر نہیں رکھتی بلکہ اس کے واپس آنے کی منتظر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مضمون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور رنگ میں یوں بیان فرمایا کہ کسی صحراء میں ایک گم کردہ راہ اور سواری مسافر کو جتنی خوشی اپنی کھوئی اونٹنی کے ملنے سے محسوس ہوتی ہے اس سے زیادہ خدا اپنے گنہگار بندے کے واپس آنے سے متعلق خوشی محسوس کرتا ہے۔ اس مثال کے حقیقی معنٰی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اتنا پیار ہے کہ ان کے جانے سے اگرچہ اس کو کوئی نقصان نہیں لیکن ان کے آنے سے اس کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ پس فرار الی اللہ کی جب میں بات کرتا ہوں تو میری مراد یہ نہیں ہے کہ کسی بدی کو ایک دم ارادے کے ساتھ چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ یہ مضمون بہت گہرا ہے صاحب ایمان کی زندگی میں بدی چھوڑنا اور نیکی اختیار کرنا ایک دنیادار کے ساتھ گزرنے والا کوئی واقعہ نہیں۔ ایک انسان حسب استطاعت اس مسئلے کو حاصل کر سکتا ہے جو خدا نے اسکی ہیئت کے اندر رکھا ہوا ہے۔ ہر شخص کی حدود کا آخری کنارہ الگ الگ ہے اور ان حدود کے آخری کنارے کو چھونا انسان کی تکمیل ہے لیکن ہر حد کو چھونے کے لئے محنت میں فرق پڑ جاتا ہے جس حد تک حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچے تھے اس حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو پہنچے لیکن پھر آگے بھی تو بڑھے اس لئے کہ آپ کی حد زیادہ اونچی تھی۔ اسی مضمون کو خدا تعالیٰ نے معراج کی شکل میں بیان فرمایا پس فناء کے نتیجہ میں جب انسان دوسری چیزوں کو ترک کر کے خدا کی طرف منتقل ہونے لگتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ کہاں کہاں میری ذات میں خدا نہیں ہے اور غیر اللہ موجود ہے۔ فرمایا اس پہلو سے فرار الی اللہ کا سفر ساری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے۔ اور انسان اپنے نفس میں ڈوب کر جب وہ جگہیں تلاش کرتا ہے۔ جہاں خدا نہیں ہے۔ تو شاذ ہی کوئی ایسا انسان ہو جسے وہ جگہیں نہ ملتی ہوں جن کو غیر کی نظر خدا والا سمجھنے لگتی ہے۔ ان کی اپنی نظر اپنے آپ کو خدا والا نہیں سمجھ رہی ہوتی۔ چنانچہ وہ خدا کے حکم کہ اپنے آپ کو پاک قرار نہ دو بلکہ وہ خود جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔ کے تابع اپنا زندگی کا سفر جاری رکھتے ہیں۔ پس جماعت اگر اپنے نفس میں ڈوبنے کا شعور حاصل کرے تو بہت سی مصیبتوں اور دھندوں سے چھٹکارا مل جائے۔ اور سارا معاشرہ ان بدیوں سے پاک ہو جائے گا۔

حضور نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جہاں (نفسوں کے شر سے خدا کی پناہ) کی دعا حقیقت اختیار کر جاتی ہے۔ جب تم غیر کو اپنے نفس کے شر سے نہیں بچاتے تو اپنے آپ کو کیسے اپنے نفس کے شر سے بچا سکتے ہو۔ اس لئے اپنے شرور کو پہلے اپنی ذات کے دائرے میں محدود کرو اور غیر کو پناہ دیدو تو پھر یہ دعا کرو اس سے اگلا مقام تبتل کا ہے فرار خوف سے تعلق رکھتا ہے اور تبتل طمع سے تعلق رکھتا ہے۔

حضور نے فرمایا۔ سورۃ سجدہ کی آیت نمبر ۱۷ میں اس کی تشریح یوں بیان کی گئی ہے کہ خوف کی وجہ سے خدا کو پکارنا اور اس کی مدد چاہنا یہ فرار الی اللہ کے مضمون سے تعلق رکھتا ہے اور طمع کی وجہ سے خدا کی طرف بڑھنا اور دوسروں سے اپنا تعلق توڑ لینا یہ کامل تبتل کا مضمون ہے جو فرار کے بعد انسان کو نصیب ہوتا ہے پس فرار میں غیر اللہ کے ڈر سے انسان خدا کی طرف دوڑ رہا ہے اور تبتل میں اللہ کی محبت اس پر اتنا غلبہ کرتی چلی جاتی ہے کہ غیر اللہ کی طرف سے اس کا دل بجھتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے غیر اللہ سے ایک انقطاع نصیب ہو جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ یکتا انسان تھے جنہوں نے تمام انبیاء سے بڑھ کر اس سفر کے سارے مراحل طے کئے اور کامل طور پر تبتل الی اللہ اختیار کر لیا۔ یہ خیال غلط ہے کہ پہلے فرار کی ساری منزلیں طے ہو جائیں تب تبتل کا سفر شروع ہوتا ہے یہ دونوں مضمون بیک وقت شروع ہوں گے لیکن طمع کا مقام فرار کے بعد آئے گا۔ انسان کا فرار کے نتیجہ میں اللہ کی طرف بھاگنا اور چیز ہے لیکن خدا کی محبت کے پختہ ہونے کے نتیجہ میں بعض چیزوں سے بے رغبت ہوتے چلے جانا تبتل الی اللہ ہے جو کہ فناء کے بعد نصیب ہوا کرتا ہے۔ فناء کا مضمون جب تبتل الی اللہ میں تبدیل ہو جاتا ہے تو پھر ان چیزوں سے ایک مزید تعلق پیدا ہو جاتا ہے جن سے انسان کا واسطہ ہوتا ہے۔ یہ مضمون حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے سوا کہیں اور تفصیل سے مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپؐ نے اس ارشاد ربانی کے تابع پہلے تبتل اختیار کیا۔ قانع تو آپ تھے ہی، فناء آپ کو کامل طور پر نصیب تھی اور تبتل بھی نبوت کے ابتدائی زمانے میں ہی آپ کو عطا ہو چکا تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کی ذات سے عشق کے کمال کا نتیجہ تھا کہ آپ کو تمام مخلوقات سے بھی تبتل نصیب ہوا۔ یعنی ان سے ظاہری تعلق تو موجود رہا لیکن دل خدا کی طرف مائل ہو چکا تھا۔ تبتل حقیقتاً اس چیز کا نام ہے کہ باقی چیزوں سے تعلق موجود ہوتے ہوئے بھی وہ تعلق اتنا واجبی سا رہ جائے کہ کسی قسم کا نقصان نہ ہو۔ پس تبتل الی اللہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ نقصان کا احساس نہ ہو بلکہ یہ ہے کہ روحانی وجود کو وہ جدائی نقصان نہ پہنچا سکے۔ پس تبتل جب کامل ہو تو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح متبتل انسان کے روحانی وجود کو کسی جدائی پر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ الی اللہ ہے۔ خدا کی ذات پر کلیۃً انحصار ہو چکا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو خاموشی سے بغیر تکلیف کے مر جائے وہ گویا اُن کے تبتل کی نشانی ہے، یہ درست نہیں ہے۔ تبتل روحانی معنوں میں ہوا کرتا ہے بعض دفعہ خدا کے نیک بندے بھی ایسی جسمانی اذیت میں مبتلاء ہوتے ہیں کہ اس سے وہ بے چینی محسوس کرتے ہیں مگر ان کو دنیا چھوڑنے کی بے چینی نہیں ہوا کرتی بلکہ دنیا چھوڑنے کے وقت جو جسمانی تکلیف ہو رہی ہوتی ہے۔ اسکی بے چینی ہوتی ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آخری لمحات میں جو بیماری کی بے قراری تھی وہ ایک بشری تقاضہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اختیار دیا گیا تو آپؐ نے بار بار یہ عرض کیا کہ الی رفیق الاعلیٰ کہ اے میرے خدا میرا چین تو تیری ذات سے ہے۔ دو رفیقوں کا جب بھی موازنہ ہوگا ادنیٰ رفیق کو چھوڑ دیا جائے گا اور اعلیٰ رفیق کی طرف روح حرکت کرے گی۔ چونکہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف حرکت ہے مگر جن کا کلیتہً انحصار دنیا پر ہوتا ہے۔ جن کی لذتیں دنیا کی ہوتی ہیں۔ ان کی موت خواہ جسمانی لحاظ سے آرام سے بھی آئے بڑی مشکل موت ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ وہ حسرت کے ساتھ ہر چیز دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہر طرف ان کو ایک نامرادی اور نقصان کا احساس ہوتا ہے یہ وہ تکلیف دہ موت ہے جو جسمانی طور پر تکلیف دہ نہ بھی ہو، روح کے لئے بڑی اذیت ناک ہوا کرتی ہے پس تبتل الی اللہ اس وقت اختیار کرنا چاہیے جب ابھی جدائیوں کے وقت نہ آئیں اس سے انسان ہر نامرادی سے بچ جاتا ہے اور اس کی ہر مراد پوری ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بغیر محرومی اختیار کئے انسان کو مکمل طور پر تبتل نصیب ہو جائے لیکن جو چیز تبتل اختیار کر چکی ہو وہ بڑے آرام سے نئی سمت میں انتقال اختیار کر لیتی ہے اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تبتل اختیار فرمایا اس کا مطلب یہ تھا کہ تمام دنیا کے تعلقات کو رکھتے ہوئے بھی آپؐ ان سے الگ ہو گئے اور یہ "تبتل ایک انتہائی تنہائی" کا مقام ہے یعنی اگر خدا کی ذات نہ ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان تھے جو تمام کائنات میں تنہا تھے۔ کوئی اور تعلق آپؐ کے کام کا نہیں تھا سوائے خدا کے تعلق کے تو یہ تبتل کا وہ مقام ہے جس کے بعد خدا سارا انسان کا ہو جاتا ہے۔ پس ہمیں اپنے تعلقات سے جدائیاں اختیار کرنا پڑیں گی تب اس کے مقابل پر خدا تعالیٰ کا وصل نصیب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری جلوتیں نصیب ہوتے ہوئے بھی ایک خلوت نصیب ہوئی۔ بیوی سے تعلقات کے وقت بھی وہ خلوت نصیب تھی چنانچہ آپؐ نے بیوی کے منہ میں خدا کی رضا کی خاطر لقمہ ڈالنے کی جو نصیحت فرمائی اس کی گہرائی کے اندر خدا کا تعلق ہی کام کر رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی بعض تعلقات توڑنے اور بعض تعلقات قائم کرنے میں گزری ہے اس کے بعد جب آپؐ کو یہ خلوت نصیب ہو جاتی ہے، خدا کی عجیب شان ہے کہ وہ ان تعلقات کو دوبارہ ادا کرتا ہے اور آپؐ کو دنیا کے لحاظ سے بھی تنہا نہیں رہنے دیتا۔ چنانچہ معراج میں حاصل ہونے والی عظمت میں یہی مضمون بیان ہوا ہے

حضور نے فرمایا پس خدا تعالیٰ آپؐ کو تنہا رکھنے میں خوش نہیں ہے خدا تعالیٰ آپؐ کی چھوٹی جلوتوں کو توڑتا ہے اور فنا کر دینا چاہتا ہے خدا کی خاطر آپؐ کو ویرانے اختیار کرنا پڑتے ہیں اور پھر خدا ان ویرانوں کو دوبارہ بساتا ہے۔ نئی جنتیں آپؐ کو عطا کرتا ہے نئی بہاریں اور نئے جلوے آپ کو بخشتا ہے۔ وہ کائنات ہے جو زندہ رہنے کے لائق ہے جو اس لائق ہے کہ آپؐ اسے سب کچھ چھوڑ کر بھی اختیار کریں اور اس نئی کائنات کے حصول کی کوشش کرنا حقیقی دین ہے اور یہی فرار الی اللہ ہے۔ پس جماعت احمدیہ جب تک اس سفر کو اس طرح قدم بقدم اختیار کرنا نہیں سیکھے گی جس طرح میں نے سمجھایا ہے۔ اتنا بڑا کام ہے اتنا وسیع ہے، اتنا باریک بینی کا کام ہے کہ فرار کی پہلی منزلیں ہی آپ اختیار کرنے کی کوشش شروع کریں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ کتنا مشکل کام ہے۔ گناہوں کا عرفان بڑھانا، خطروں کو پہچاننا ان سے خوف محسوس کرنا۔ ان سے دلوں میں نفرت پیدا کرنا اور خدا کی طرف دوڑنے کی کوشش کرنا، کوئی شخص اگر ساری زندگی میں اسی جھگڑے سے نمٹنا چاہے تو میں کہوں گا کہ خدا کی قسم وہ بھی کامیاب ہو گیا۔ لیکن ان جھگڑوں کو نمٹا کر پھر فناء کے مضمون میں داخل ہونا۔ پھر فناء کے نتیجہ میں تبتل کے مقام کو سمجھنا

باقی ص۵ پر